روایت "الغرانیق العُلٰی" اور کیرن آرم سٹرانگ
(ایک ناقدانہ جائزہ)

مسز سمعیہ اطہر*

گزشتہ تین چار صدیوں سے مستشرقین مختلف قسم کے مشرقی علوم خصوصاً (اسلامی شریعت کے بنیادی مآخذ) قرآن اور سنّت پر سنجیدگی سے تحقیقی کام کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے اس سلسلے میں بعض اہم خدمات بھی انجام دی ہیں مگر عمومی طور پر یہ مستشرقین ان بنیادی اسلامی علوم میں بظاہر عالمانہ تحقیق کے نام پر تشکیک کے بیج بو کر اسلامی شریعت کی بنیادوں کو کمزور کرنا چاہتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے وہ اسلامی تعلیمات و واقعات کی تفسیر میں بیان کردہ روایات کو اپنے من پسند مفروضوں اور تاویلات کی روشنی میں اس طرح پیش کرتے ہیں کہ ان کے مغربی قارئین کے ساتھ ساتھ بسا اوقات مسلمان بھی قرآن اور حدیث کی محفوظیت اور قطعیت کے حوالے سے شک وشبہ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اسلامی تاریخ میں روایت "الغرانیق العُلٰی" کا واقعہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، جو اپنی ندرت اور رسالت کی تکذیب و تبطیل کا ذریعہ ہونے کے باعث مستشرقین کیلئے دلچسپی کا حامل رہا ہے۔ بہت سے قدماء مستشرقین کی طرح جدید دور کی معروف مغربی مذہبی سکالر کیرن آرم سٹرانگ (Karen Armstrong) نے بھی سیرت نبوی ﷺ کے موضوع پر تحریر کردہ اپنی کتاب Muhammad: A Biography of the Prophet میں اس متنازعہ واقعہ کو تفصیلاً بیان کیا ہے۔ مصنفہ کی اس تحریر کے تناظر میں کیرن اور دیگر مستشرقین کے مختلف نقطہ ہائے نظر، واقعہ کی اصل حقیقت اور اسلامی ادب میں اس واقعہ کی توجیحات و تاویلات اور صحت و بطلان زیرِ نظر مقالہ کے کلیدی مباحث ہیں۔

سیرت نبوی ﷺ جیسے مبارک اور اہم موضوع پر پائے جانے والے گرانقدر سرمایۂ ادب میں مسلم سیرت نگاروں کی تخلیقات کے علاوہ ان غیر مسلم سیرت نگاروں کا بھی ایک کثیر حصہ موجود ہے، جنہیں ہم مستشرقین کے نام سے جانتے ہیں۔ تقریباً ایک ہزار سال قبل جب اہل اسلام اور اہلِ مغرب کے درمیان افہام و تفہیم کے سفر کا آغاز ہوا تو بیشتر مستشرقین نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق ایسی تحریریں پیش کیں، جن کا مقصد اہل مغرب میں دانستہ

* لیکچرر شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا۔ پاکستان

کے حوالے سے تفصیلاً بیان کیا ہے۔(۶) جبکہ ابن اسحاق، ابن ہشام، السہیلی، ابن کثیر، البیہقی، قاضی عیاض، ابن حزیمہ، القرطبی، العینی اور الشوکانی جیسے اسلامی تاریخ کے قدماء مورخین اور متاخرین علماء کرام جیسے مولانا ابو الاعلیٰ مودودی، سید قطب شہیدؒ اور محمد حسین ہیکل نے اس بے بنیاد کہانی کو رد کیا ہے۔(۷)

کیرن نے بھی اپنی کتب سیرت میں ''شیطانی آیات'' کے عنوان سے روایت ''الغرانیق العُلٰی'' کے متنازعہ واقعہ کو طبری کے حوالے سے تفصیلاً بیان کیا ہے۔(۸) کیرن کے نقطہ نظر پر بحث سے قبل ہم اس واقعہ کو مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی تفہیم القرآن میں پیش کی گئی تفصیلات کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔

مولانا مودودی لکھتے ہیں:

''الطبری اور ابن سعد کی روایات میں کہا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ کاش قرآن میں کوئی ایسی بات نازل ہو جائے جس سے اسلام کے خلاف کفار قریش کی نفرت دور ہو اور وہ کچھ قریب آ جائیں۔ یا کم از کم ان کے دین کے خلاف ایسی سخت تنقید نہ ہو، جو انہیں بھڑکا دینے والی ہو۔ یہ تمنا آپ کے دل ہی میں تھی کہ ایک روز قریش کی بڑی مجلس میں بیٹھے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورہ النجم نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پڑھنا شروع کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی ○ وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی○ (۹) پر پہنچے تو یکا یک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے۔''

تلك الغرانيق العلى وان شفاعتهن لترتجى۔(۱۰)

''یہ بلند مرتبہ دیویاں ہیں۔ ان کی شفاعت ضرور متوقع ہے''۔

اس کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورہ النجم کی آیات پڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ جب اختتام سورہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو مشرک اور مسلمان سب سجدے میں گر گئے۔ کفارِ قریش نے کہا کہ اب ہمارا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اختلاف باقی رہ گیا۔ ہم بھی تو یہی کہتے تھے کہ خالق و رازق اللہ ہی ہے۔ البتہ ہمارے یہ معبود اس کے حضور میں ہمارے شفیع ہیں۔ شام کو جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا؟ یہ دونوں فقرے تو میں نہیں لایا تھا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخت مغموم ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے وہ آیات نازل کیں جو سورہ بنی اسرائیل، رکوع ۸ میں ہیں:

وَ اِنْ کَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَکَ عَنِ الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْکَ لِتَفْتَرِیَ عَلَیْنَا غَیْرَہٗ وَ اِذًا لَّا تَّخَذُوْکَ

کیا اللہ کے نبی کو زیادہ لوگوں کو دین کے دائرے میں داخل کرنے کیلئے الہامی الفاظ کو بدل لینا چاہیے؟ وغیرہ وغیرہ (۱۴)

دراصل اسلامی کتب تاریخ میں موجود روایت ''الغرانیق العُلیٰ'' اسلام دشمن مستشرقین کے عمومی معاندانہ جذبات کی تسکین کرتے ہوئے قرآن کی محفوظیت پر شک وشبہ کا جواز فراہم کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بالعموم مستشرقین اس روایت کے واقعات اور جزئیات کو معروضی طور پر جانچے بغیر اسے سچا ثابت کرنے کے لیے دور از کار تاویلات پیش کرتے ہیں۔ مثلاً اس موضوع سے متعلق بحث کرتے ہوئے منٹگمری واٹ یہ رائے ظاہر کرتا ہے:

> "We find at least two facts about which we may be certain. Firstly, at one time Muhammad must have publicly recited the satanic verses as part of the Qur'an; it is unthinkable that the story could have been invented later by Muslims or foisted upon them by non Muslims. Secondly, at some later time Muhammad announced that these verses were not really part of the qur'an and should be replaced by others of a vastly different import." (۱۵)

> ''(اس واقعہ کے متعلق) ہمیں دو حقائق ایسے ملتے ہیں جن کے بارے میں ہم پُر یقین ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ حضرت محمد ﷺ نے یقیناً کسی وقت یہ شیطانی آیات قرآن کے جزو کے طور پر کھلے عام مجمع میں تلاوت کی ہوں گی۔ یہ سوچنا قرین قیاس نہیں کہ یہ کہانی بعد کے مسلمانوں نے از خود گھڑ لی ہو یا غیر مسلموں نے اس تحریر میں جعلسازی (تحریف) کر دی ہو۔ دوسرا یہ کہ بعد میں کسی وقت حضرت محمد ﷺ نے یہ اعلان کر دیا ہوگا کہ یہ آیات حقیقت میں قرآن کا حصہ نہیں تھیں۔ اور ان کو بالکل مختلف اہمیت کی حامل آیات سے بدل دینا چاہیے۔''

واٹ کا یہ تیقّن کہ حضرت محمد ﷺ نے پہلے یقیناً یہ شیطانی آیات پڑھیں اور پھر ان کو تبدیل کر کے ان کی جگہ کچھ اور آیات رکھ دی ہوں گی، تحقیقی طرز فکر سے ہٹ کر خالصتاً استشراقی جذبات کی ترجمانی ہے۔

اس مقام پر (دیگر مستشرقین کے اسلوب کے برعکس) کیرن اپنا ذاتی تبصرہ کچھ اس طرح پیش کرتی ہے:

> "Even as it stands in Tabari's history the story of the Satanic Verses does not suggest that Muhammad was making a cynical compromise. The tradition says that when Muhammad heard that the verses he had uttered had been

ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام کو بھی شیطان نے ورغلایا اور بعد میں آنے والے انبیاء کرام بھی اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچانے میں کبھی نہ کبھی شیطان کے بہکاوے میں آ گئے۔ لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ان کے الہامی صحائف شیطان کے اثرات سے آلودہ ہیں۔ اہل عرب بھی انسانی فطرت میں موجود برائی کو لفظ شیطان سے ہی تعبیر کرتے تھے۔ ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کے لیے وحی کے الفاظ کی بالکل صحیح تعبیر کرنا کس قدر مشکل کام تھا۔ وحی کے الہامی الفاظ میں موجود استعاراتی پیغام کی صحیح تعبیر کرتے ہوئے غلطی کا کہیں زیادہ امکان موجود تھا۔ لیکن 'بے شک' حضرت محمد ﷺ کو اپنی ذاتی سہولت کیلئے الہامی الفاظ میں معمولی سے بھی تغیر وتبدل کی اجازت نہ تھی۔(۱۷)

گویا کہ کیرن اسلامی کتب تاریخ میں موجود اس واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کا ردّ تو نہیں کرتی مگر دیگر مستشرقین کی روایتی متعصّب طرز فکر سے ہٹ کر پیغمبر اسلام کی ذات اقدس کو بھی موردِ الزام نہیں ٹھہراتی۔ بلکہ اس واقعہ کی تطبیق وہ اس طرح کرتی ہے کہ یہ واقعہ پیغمبر اسلام کی صرف ایک بشری لغزش تھی۔ جیسا کہ قرآن حکیم کے الفاظ کے مطابق شیطان حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر نبی اکرم ﷺ تک مختلف انبیاء کرام کو بھٹکانے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو کسی بھی شیطانی آمیزش سے خالصتاً محفوظ رکھا ہے۔

گو کہ مغربی سکالر دیگر طبعی علوم میں تحقیق کے حوالے سے اعلیٰ پائے کی روایات کے حامل ہیں مگر اسلامی علوم میں ان کی یہی دقیق نظری غیر جانبدار تحقیقی روش کی بجائے تشکیک پسندی بلکہ کافی حد تک معاندانہ جذبات کا شکار ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ روایت ''الغرانیق العُلیٰ'' کے حوالے سے ان کے شکوک وشبہات اور الزامات سے ثابت ہوتا ہے۔ حالانکہ اسلامی ذخیرۂ کتب میں اس واقعہ کی موجودگی کے ساتھ اس کا ردّ بھی موجود ہے۔

جسے علماء کرام نے واقعہ کی اندرونی و بیرونی شہادتوں یعنی تحقیق کے اسلامی اصولوں ''روایت و درایت'' کے کڑے معیار پر پرکھ کر پیش کیا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے متعصّب کورچشمی کے باعث اسلام دشمن ناقدین ان تحریروں کو دیکھنے سے قاصر ہیں سے استفادہ کرنے سے محروم ہیں۔ دیگر علماء کرام کی طرح مولانا مودودی نے تفہیم القرآن میں اس واقعہ کا دقیق نظری سے پر مدلل ردّ پیش کیا ہے۔ سب سے پہلے وہ واقعہ کی بیرونی شہادت یعنی سلسلہ روایت پر بحث کرتے ہوئے متعدد متقدمین علماء کرام کی اس واقعہ کے بارے میں مباحث کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ابن کثیر کہتے ہیں کہ ''جتنی سندوں سے یہ روایت ہوا ہے، سب مرسل اور منقطع ہیں، مجھے کسی صحیح متصل سند سے یہ نہیں ملا۔'' بیہقی کہتے ہیں کہ ''ازروئے نقل یہ قصہ ثابت نہیں ہے۔'' ابن خزیمہ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ ''یہ زنادقہ کا گھڑا ہوا ہے۔'' قاضی عیاض کہتے ہیں کہ ''اس کی کمزوری اسی سے ظاہر ہے

''ہم پر یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ متعدد مسلمان اس قصّے کو بے بنیاد سمجھتے ہیں۔ ان کا نقطہء نظر یہ ہے کہ قرآن حکیم میں اس واقعہ سے متعلق کوئی حوالہ موجود نہیں ہے، اور یہ کہ سیرت ابن اسحاق میں بھی اس کا کہیں ذکر نہیں پایا جاتا جو حضرت محمد ﷺ کی سیرت کی اولین اور سب سے زیادہ قابل اعتماد کتاب ہے، اور نہ ہی امام بخاری اور امام مسلم کے عظیم مجموعہ ہائے احادیث (نبی ﷺ) میں ان روایات کا ذکر ملتا ہے جو کہ نویں صدی عیسوی میں مدوّن کی گئی ہیں۔ مسلمان ان روایات کو صرف اس وجہ سے ردّ نہیں کرتے کہ ان کے بیان سے تنقیص وتنقید کا پہلو نکلتا ہے بلکہ اس کی وجہ ان کا غیر مستند ہونا ہے۔''

گویا کہ کیرن اس قصہ کے حوالے سے دیگر مستشرقین کی طرح ذاتی موشگافیوں کی بجائے مسلم علماء کرام کی تحقیق اور رائے کو فوقیت دیتے ہوئے واقعہ کا ردّ کر رہی ہے۔ جو اس کے مثبت ومتعدل نقطہء نظر کی نشاندہی کرتا ہے۔

اس روایت کے نفس مضمون کو محکم ثابت کرنے کیلئے اہل مغرب مختلف تاویلات پیش کرتے ہیں۔ قرآن حکیم کی محفوظیت میں شک کو تقویت دینے والے اس بے بنیاد قصہ پر آمناً وصدقنا کہتے ہوئے عمومی طور پر مستشرقین اس میں شامل مختلف آیات کے شان نزول کے متعلق خودساختہ توجیہات پیش کرتے ہیں۔ مثلاً اس ضمن میں منٹگمری واٹ لکھتا ہے۔

"The earliest versions do not specify how long afterwards this happened, the probability is that it was weeks or even months." (۲۰)

''ابتدائی روایات سے یہ تعین نہیں ہوتا کہ یہ (عتاب کی آیات اور پھر شیطانی آمیزش والی آیات کی منسوخی) اس واقعہ کے کتنے عرصے بعد ہوئی۔ غالب امکان یہ ہے کہ یہ چند ہفتوں یا چند مہینوں میں نازل ہوئیں''

صاف ظاہر ہے کہ واقعہ کی تینوں آیات کے زمانہء نزول کا تعین منٹگمری واٹ کا ذاتی مفروضہ ہے۔ اگر کوئی شخص شیطانی آیات والے واقعہ کو درست تسلیم کر بھی لیتا ہے تو اسے یہ ماننا پڑے گا کہ سورہ النجم کی تمام آیات ایک ہی وقت میں نازل نہیں ہوئیں۔ واٹ کی رائے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ اور ان کے پیروکار شیطانی آیات کو قرآن میں ہفتوں یا مہینوں تک پڑھتے رہے اور جب کبھی حضرت محمد ﷺ کو یہ اندازہ

آمیزش کی تنسیخ کا اعلان نو سال بعد؟

پھراس قصہ میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ آمیزش سورہ نجم میں ہوئی تھی۔اوراس طرح ہوئی کہ ابتداء سے آپ ﷺ اصلی سورۃ کے الفاظ پڑھتے چلے آرہے تھے۔یکا یک مَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی پر پہنچ کر آپ ﷺ نے بطور خود یا شیطانی اغواء سے یہ فقرہ ملایا۔اور آگے پھر سورہ نجم کی اصلی آیات پڑھتے چلے گئے۔جس کے متعلق کہا جا رہا ہے کہ کفار مکہ اس کو سن کر خوش ہو گئے۔اورانہوں نے کہا کہ اب ہمارا اور محمد ﷺ کا اختلاف ختم ہو گیا۔مگر سورہ نجم کے سلسلۂ کلام میں اس الحاقی فقرے کوشامل کر کے تو دیکھیے۔''

اَفَرَءَ یْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی۔ وَ مَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی۔(تلك الغرانیق العلٰی۔ و ان شفا عتھن لترتجی) اَلَکُمُ الذَّکَرُ وَلَهُ الْاُنثٰی۔ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ'' اِنْ ھِیَ اِلَّا اَسْمَآء'' ضِیْزٰی سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَآبَائو کُمْ مَّآاَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَامِنْ سُلْطٰنٍ ط اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّاالظَّنَّ وَمَاتَهْوَی الْاَنْفُسُ۔ وَلَقَدْ جَآءَ هُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰی۔

''پھر تم نے کچھ غور بھی کیا۔ان لات اور عزیٰ پر اور تیسری ایک اور (دیوی) مناۃ پر؟ (یہ بلند پایہ دیویاں ہیں۔ان کی شفاعت ضرور متوقع ہے۔) کیا تمھارے لئے تو ہوں بیٹے اور اس (اللہ) کے لئے ہوں بیٹیاں؟ یہ تو بڑی بے انصافی کی تقسیم ہے۔دراصل یہ کچھ نہیں ہیں۔مگر چند نام جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں۔اللہ نے ان کے لئے کوئی سند نازل نہیں کی۔لوگ محض گمان اور من مانے خیالات کی پیروی کر رہے ہیں۔حالانکہ ان کے رب کی طرف سے صحیح راہنمائی آ گئی ہے''۔

دیکھیے: اس عبارت میں خط کشیدہ فقرے نے کیسا صریح تضاد پیدا کر دیا ہے ایک ہی سانس میں کہا جا رہا ہے کہ واقعی تمہاری یہ دیویاں بلند مرتبہ رکھتی ہیں۔ان کی شفاعت ضرور متوقع ہے۔دوسرے ہی سانس میں پلٹ کر ان پر چوٹ کی جاتی ہے کہ یہ سب تمہاری من گھڑت باتیں ہیں۔جنہیں خدا کی طرف سے کوئی سند اعتبار حاصل نہیں ہے۔کیا قریش کا وہ سارا مجمع جو اسے سن رہا تھا بالکل ہی پاگل ہو گیا تھا کہ بعد کے فقروں میں ان تعریفی کلمات کی کھلی تردید سن کر بھی یہی سمجھتا رہا کہ ہماری دیویوں کی واقعی تعریف کی گئی ہے۔کیونکہ سورہ نجم کے آخر تک کا پورا مضمون ان تعریفی فقروں کے بالکل خلاف ہے۔لہٰذا کس طرح باور کیا جا سکتا ہے کہ قریش کے لوگ اسے آخر تک سننے کے بعد پکار اٹھے ہوں گے کہ چلو آج ہمارا اور محمد ﷺ کا اختلاف ختم ہو گیا۔یہ تو ہے اس قصے کی اندرونی شہادت جو اس کے سراسر لغو اور مہمل ہونے کی گواہی دے رہی ہے۔(۲۲)

بھی پڑھیے اور بعد کا بھی دیکھیے۔ کیا کوئی معقول وجہ آپ کی سمجھ میں آتی ہے کہ اس سیاق وسباق میں یکا یک یہ مضمون کیسے آ گیا کہ ''اے نبی، ۹ سال پہلے قرآن میں آمیزش کر بیٹھنے کی جو حرکت تم سے ہوگئی تھی اس پر گھبراؤ نہیں، پہلے انبیاء سے بھی شیطان یہ حرکتیں کراتا رہا ہے، اور جب کبھی انبیاء اس طرح کا فعل کر جاتے ہیں تو اللہ اس کو منسوخ کر کے اپنی آیات کو پھر پختہ کر دیتا ہے۔

ہم اس سے پہلے بھی بار بار کہہ چکے ہیں، اور یہاں پھر اس کا اعادہ کرتے ہیں کہ کوئی روایت، خواہ اس کی سند آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہو، ایسی صورت میں قابل قبول نہیں ہوسکتی جبکہ اس کا متن اس کے غلط ہونے کی کھلی کھلی شہادت دے رہا ہو اور قرآن کے الفاظ، سیاق وسباق، ترتیب، ہر چیز اسے قبول کرنے سے انکار کر رہی ہو۔ یہ دلائل تو ایک مشکک اور بے لاگ محقق کو بھی مطمئن کر دیں گے کہ یہ قصہ قطعی غلط ہے۔'' (۲۴)

شومئی قسمت کہ اتنے بیّن دلائل کے باوجود مستشرقین اس قصے کے واقعات کو ردّ کرنے سے منکر ہیں۔ حالانکہ وہ ان واقعات میں کوئی تعلّق یا ربط پیدا کرنے سے قاصر ہیں۔ کیا اس قصّے میں کہیں سچائی کا کوئی پہلو دکھائی دیتا ہے۔ سوائے اس کے کہ یہ قرآن اور پیغمبر اسلام کی رسالت کے خلاف ایک بے بنیاد واقعہ کی ترویج کرتا ہے۔ ان کے نزدیک اس واقع کے سچا ہونے کے لیے صرف یہی ثبوت کافی ہے کہ اسلامی کتب تاریخ میں اس سے متعلق روایات پائی جاتی ہیں۔ جبکہ مستشرقین کے ان بے بنیاد مفروضوں اور شکوک وشبہات کے جواب میں کیرن طبری کی نقل کردہ دونوں روایات پر یوں تبصرہ کرتی ہے:

> But this story is in conflict with other traditions and with the Qur'an itself. We must remember that a Muslim historian like Tabari does not necessarily endorse all the traditions he records: he expects the reader to compare them with others and to make up his or her own mind about their validity.(۲۵)

> ''لیکن یہ کہانی دوسری روایات اور خود قرآن حکیم کے بیان سے متصادم ہے۔ ہمیں (اہل مغرب کو یہ اصول) یاد رکھنا چاہیے کہ ضروری نہیں ہے کہ ایک مسلمان مورخ، جیسا کہ طبری، اپنی جمع کردہ تمام روایات سے خود بھی متفق ہو۔ وہ اپنے قاری سے یہ توقع کرتا ہے کہ وہ کسی واقعہ سے متعلق اس کی جمع کردہ تمام روایات کا خود تقابل کرے۔ اور اس کے مستند ہونے کے بارے میں اپنی سوچ کے مطابق خود کسی نتیجے تک پہنچے۔''

کیرن اپنی کتب سیرت میں مسلمان محدثین اور مورخین کے اخذ روایت کے اصولوں پر تفصیلاً بحث کرتی ہے۔ ایک ہی واقعہ سے متعلق مختلف روایات کو پیش کرنے کے حوالے سے ان مورخین کی سچائی اور تاریخ دانی کی

حدیث کے اتنے راویوں کے ذریعے سے' جن میں بعض نامور ثقہ بزرگ ہیں' اشاعت کیسے پا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے اسباب کا سراغ ہم کو خود حدیث کے ہی ذخیرے سے مل جاتا ہے۔ اس واقعہ کی وضاحت میں مولانا سید مودودی رقمطراز ہیں کہ :

> ''بخاری' مسلم' ابوداؤد' نسائی اور مسند احمد میں اصل واقعہ اس طرح آیا ہے کہ نبی ﷺ نے سورہ نجم تلاوت فرمائی اور خاتمے پر جب آپ ﷺ نے سجدہ کیا تو تمام حاضرین' مسلم و مشرک سبھی' سجدے میں گر گئے۔ واقعہ بس اتنا ہی تھا اور یہ کوئی تعجب کی بات نہ تھی۔ اول تو قرآن کا زور کلام اور انتہائی پر تاثیر انداز بیان' پھر نبی ﷺ کی زبان سے اس کا ایک ملہمانہ شان کے ساتھ ادا ہونا' اس کو سن کر اگر پورے مجمع پر ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہو گئی ہو اور آپ کے ساتھ سارا مجمع سجدے میں گر گیا ہو تو کچھ بعید نہیں۔ یہی تو قرآن کی وہ تاثیر تھی جس پر قریش کہا کرتے تھے۔''
>
> قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ O (۲۷)
>
> ''وہ لوگ کہنے لگے کہ یقیناً یہ صریح جادو ہے۔''
>
> اور نبی اکرم ﷺ کے متعلق کہتے تھے:
>
> قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ O (۲۸)
>
> ''کافروں نے کہا یہ شخص تو بلاشبہ صریح جادوگر ہے۔''

البتہ معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں قریش کے لوگ اپنے اس وقتی تاثر پر کچھ پشیمان سے ہوئے ہونگے۔ اور ان میں سے کسی نے یا بعض لوگوں نے اپنے اس فعل کی یہ توجیہہ پیش کی ہو گی کہ صاحب' ہمارے کانوں نے تو حضرت محمد ﷺ کی زبان سے اپنے معبودوں کی تعریف میں کچھ کلمات سنے تھے۔ اس لیے ہم ان کے ساتھ سجدے میں گر گئے۔(۲۹)

اس قصے پر اندرونی اور بیرونی شہادتوں کے اصولوں پر تنقید کرنے کے علاوہ اس کی جانچ پرکھ کیلئے ایک اور ضابطہ بھی موجود ہے۔ جس سے صرف نظر نہیں کرنا چاہیے۔ اسلامی روایات میں احادیث کی نقد و جرح کیلئے روایت اور درایت کے کڑے اصول متعین ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی ایسی بات نبی کریم ﷺ سے منسوب ہو جو بظاہر مستند احادیث کے ذریعے بیان کی گئی ہے۔ لیکن یہ خبر قرآن کی کسی نص کے خلاف ہے یا دوسری روایات سے متصادم ہے تو ایسی روایت' رواۃ کے سلسلہ کے مستند ہونے کے باوجود قبول نہیں کی جائے گی۔ یہی اصول شیطانی

تو یہ ہے کہ طبریؒ ابن سعد اور دوسرے مورخین کے اس واقعہ کو بیان کرنے سے یہ تو ثابت نہیں ہو جاتا کہ یہ قصہ اپنی اصل کے اعتبار سے سچا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کیرن شیطانی آیات کے نام سے موسوم اس قصّے کی تمام مباحث کو سمیٹتے ہوئے قرآن حکیم کی محفوظیت کے بیان میں یوں رقمطراز ہے:

"The Qu'ran makes it clear that no mere mortal can change the divine words and that if Muhammad ever took such an initiative the consequences would be fatal.(۳۳)

During the time it was being revealed to a particular prophet, God could amend the scriptures. In a human sense, we can say that Muhammad felt continually inspired while he was bringing the Qu'ran to the Arabs. This was a progressive revelation and Muhammad sometimes saw new implications in his message that qualified certain previous insights."(۳۴)

''قرآن اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ کوئی بھی فانی انسان قرآن کے الہامی الفاظ کو تبدیل کرنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ (استطاعت نہیں رکھتا) اور یہ کہ اگر حضرت محمد ﷺ نے ایسا کچھ کیا بھی ہوتا تو نتائج بے حد خوفناک ہوتے۔ اس عرصے کے دوران جبکہ قرآن ایک خاص پیغمبر (حضرت محمد ﷺ) پر نازل ہو رہا تھا (اگر کسی تبدیلی کی ضرورت ہوتی تو) اللہ تعالیٰ خود ہی تبدیلی لانے کے مجاز تھے۔ انسانی سطح پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ جب قرآن کی آیات اہل عرب تک پہنچا رہے تھے (بذریعہ وحی) تو وہ مسلسل ایک نہایت شاندار اور اعلیٰ کیفیت کو محسوس کرتے تھے۔ قرآن کی آیات بے حد روشن خیال ہوتی تھیں اور حضرت محمد ﷺ بھی کبھی کبھار محسوس کرتے تھے کہ بعض نئی آیات' کچھ پرانی آیات کو زیادہ بہتر طور پر ادا کر کے ان کی وضاحت کر رہی ہیں۔''

متنازعہ شیطانی آیات کے حوالے سے اس طویل بحث میں مصنفہ نے مستشرقین کی تنقید کا جواب دیتے ہوئے، اپنے تئیں اسلامی نقطہ نظر کا بھرپور دفاع کیا ہے۔ اور اہل مغرب کے اذہان میں قرآن حکیم کی محفوظیت کے بارے میں پائے جانے والے اشکالات و ابہام کو دور کرنے کی اپنی سی کوشش کی ہے۔ گو کہ مصنفہ قصّے کے تمام

حالات کے پس منظر میں لکھی گئی۔ اور پہلے پہل ۲۰۰۶ء میں برطانیہ سے شائع ہوئی۔

(۵) اسلامی ادب کے بنیادی مآخذ میں اس واقعہ کو 'حدیث الغرانیق' یا 'روایت الغرانیق' کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔ ولیم میور (William Muir) غالباً وہ پہلا مستشرق تھا جس نے اس واقعہ کو ''شیطانی آیات'' کا نام دیا۔ ایک یہودی مستشرق نے قرآنی آیات کے منسوخ اور تبدیل ہونے (نسخ) کے حوالے سے اسے سب سے زیادہ چونکا دینے والا واقعہ قرار دیا ہے۔ تفصیلات کیلئے دیکھئے۔

Cf. Ilse Lichtenstadter, A Note on the Gharaniq and related Qur'anic Problems, Israel Oriental Studies, (1975), PP. 54-61.

(۶) ولیم منٹگمری واٹ (William Montegomery Watt) نے اپنی کتاب 'Muhammad at Mecca' Oxford, 1960' میں تقریباً آٹھ سے زائد صفحات (ص ۱۰۱-۱۰۹) اس واقعہ کے بیان اور اس کے تجزیے کے لیے وقف کیے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کی درج ذیل تصنیفات میں بھی اس قصہ کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

What is Islam? Longman and Librairie du Liban, 1968, PP. 42-5;
The Introduction to the Qur'an, written by Richard Bell and revised by Watt, Edinburgh, 1970, PP. 55, 56.

(۷) مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی درج ذیل تصنیفات میں اس واقعہ کی تفصیلات' تجزیہ اس کا ردّ پیش کیا ہے۔
تفہیم القرآن' ادارہ ترجمان القرآن' لاہور ۱۹۸۲' ۳/۲۴۰-۲۴۵؛
سیرت سرور عالم ﷺ ادارہ ترجمان القرآن' لاہور' ۱۹۷۹ء' ۲/۵۷۲-۷۸۔
اسی واقعہ کی تفصیلات' تجزیہ اور ردّ کے لیے مزید دیکھئے۔
سید قطب' فی ظلال القرآن' بیروت' ۱۹۷۴' ۴/۲۴۳۱-۳۳؛

M.H. Haykal, The Life of Muhammad, trans by Ismail R. al-Faruqi, North American Trust Publication, 1976, PP. 105-14.

(۸) محمد بن جرير الطبرى' تفسير الطبرى' داراحياء التراث العربيه' بيروت' ۲۰۰۱ء/۱٤۲۱ھ' ۱۷/۲۱۹-۲۲۱۔

(۹) النجم ۵۲: ۱۹' ۲۰۔

(۱۰) الطبرى، محمد بن جرير : جامع البيان فى تأويل آي القرآن ،مؤسسة الرسالة ، ۱٤۲۰ھ، ۱۸/٦٦٦؛ ابن سعد ،أبوعبدالله البصرى، الطبقات الكبرىٰ ، بيروت: دار صادر، ۱۹٦۸، ۱/۲۰۵